ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-19

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

ڈاکٹر سونیا بشیر
اسسٹنٹ پروفیسر یونیورسٹی کالج برائے خواتین، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان۔

احمد ندیم قاسمی کے افسانوں کا صنفی تجزیہ

Dr Sonia Bashir *
Assistant Professor of Urdu, University College for women, AWKUM Mardan.
***Corresponding Author:**

A Gender Based Analysis of Ahmad Nadeem Qasmi's Short Stories

In Ahmad Nadeem Qasmi's short stories, women are portrayed with love and sympathy as human beings. He presents them as helpless beings, which evokes a sense of responsibility to improve their condition and grant them their rightful place in society. His stories highlight numerous feminist issues, including the humiliation of women based on their gender, sexual assault, lack of autonomy in marriage decisions, mismatched marriages and the resulting sexual deviance, deprivation of marriage, and the social degradation of women. This research paper presents a detailed discussion on gender aspects in Qasmi's short stories.

Key Words: *Ahmad Nadeem Qasmi, Short Stories, Gender, Analysis, Humiliation, Gender Deprivation, War.*

انسانی زندگی مرد اور عورت سے عبارت ہے۔ یہ دونوں گاڑی کے دو پہیے ہیں جن میں ایک کی غیر موجودگی میں زندگی کی حرکت کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ انسان کی سماجی زندگی کے فکری نظام میں ان دو کا وجود اور ان کی حیثیت کا تعین بڑا اہم ہے اور یہ حقیقت ہے کہ مختلف معاشروں کے مابین فرق عورت اور مرد کے تعلق کی نوعیت کے مطابق متعین ہوتا ہے۔ احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں بحیثیت انسان عورت کے ساتھ محبت اور ہمدردی کا اظہار کیا گیا ہے اور اسے ایک بے بس ہستی کے روپ میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس کے نتیجے میں عورت کی حالت سدھارنے اور اسے معاشرتی سطح پر اس کا مناسب مقام دینے کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-19
ماخذ تحقیقی مجلہ

عورت کی زندگی کا بڑا المیہ یہ ہے کہ اسے انسان نہیں سمجھا گیا یہی وجہ ہے کہ اس کے جذبات اور احساسات کی قدر نہیں کی گئی۔ اس کی عزت نفس، اس کی سماجی حیثیت، اپنی زندگی کا فیصلہ کرنے کے حوالے سے اختیار اور آزادی وہ بنیادی انسان حقوق ہیں جن سے عورت ہر ایک دور میں محروم رہی ہے۔ ڈاکٹر مشتاق احمد وانی اس ضمن میں رقمطراز ہیں:

"عورت ذات سے ایک ایسی تاریخ وابستہ ہے جو اخلاقی تہذیبی اجبار اور استحصال نسواں کی تاریخ کہی جاسکتی ہے۔ جس میں ہزاروں ہزار چیخیں، سسکیاں، آہیں اور اشکوں کے کئی ساگر موجزن ہیں۔"(۱)

احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں یوں تو ہندوستان کی عورت اپنے دکھوں اور المیوں سمیت نظر آتی ہے۔ لیکن اگر قاسمی صاحب کی پاکستانیت کو مد نظر رکھ کر دیکھا جائے تو ان افسانوں میں پاکستانی عورت بھی استحصال کی مختلف صورتوں کے ساتھ موجود ہے۔ جہاں تک پاکستانی عورت کا تعلق ہے تو اس حوالے سے زاہدہ حنا کا کہنا ہے کہ پاکستانی عورت اس دن وجود میں آگئی تھی جب ہندوستان کی تقسیم کا اعلان اور سرحدوں کے تعین کا آغاز ہوا تھا۔(۲) اس تاریخی سیاسی فیصلے کے ساتھ ہی ہندوستانی عورت پر کیا بیتی؟ قاسمی صاحب کا افسانہ "نیا فرہاد" اس کی دلدوز کہانی سناتا ہے۔ بہر حال اس کے متعلق یہ عذر پیش کیا جاسکتا ہے کہ ہنگامی حالات تھے اور ہنگامی حالات میں عورت کے حقوق پامال ہونے کا اندیشہ لاحق رہتا ہے۔ لیکن مملکت کے استحکام کے بعد سرحد کے اِس طرف بھی عورت نے آج تک سکون کا سانس نہیں لیا۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ تحریک آزادی میں کامیابی کے حصول کے باوجود پاکستانی عورت عزت اور وقار سے ہمکنار نہیں ہوئی۔ پاکستانی عورت کے حقوق کا ذکر کرتے ہوئے انیس ہارون صاحبہ دعوی کرتی ہیں کہ پاکستان میں عورت زندہ رہنے کا حق، تعلیم کا حق، آمد و رفت پر پابندی نہ ہونے، اپنی مرضی کا پیشہ اختیار کرنے، پسند کی شادی کرنے اور بحیثیت انسان معاشرے میں پہچانے جانے کے حق سے محروم ہے اور اسے اپنی زندگی کے فیصلوں پر اختیار کا حق حاصل نہیں ہے۔(۳)

قاسمی صاحب برصغیر پاک وہند اور تقسیم کے بعد پاکستان کے انتہائی اہم افسانہ نگار ہیں۔ ان کے افسانوں میں عورت بنیادی انسانی حقوق سے محروم نظر آتی ہے۔ افسانہ "نشیب و فراز" کی شیدو کو اپنی زندگی اپنی مرضی سے گزارنے کا کوئی حق نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک مقروض اور غریب باپ کی بیٹی ہے۔ اس کا اپنا باپ جاگیردار کا پانچ سو روپیہ قرضہ چکانے کے لیے اسے بیچنے پر مجبور ہے۔ لڑکیوں کے سوداگر گلی گلی گھوم رہے ہیں اور کوئی ان کو

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-19

ماخذ تحقیقی مجلہ

روکنے یا ٹوکنے والا نہیں۔ ریاست اور سماج دونوں پہلے تو شیدو کو بازاری جنس بنتا ہوا دیکھتے ہیں اور پھر اسے بغیر کسی قیمت کے اغوا ہوتا ہوا دیکھتے ہیں لیکن سوائے سعید کے جو اس کی محبت میں مبتلا ہے کوئی بھی شیدو کو بچانے کے لیے تگ و دو نہیں کرتا۔

یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ انسانی تاریخ میں عورت قربانی کی بھینٹ چڑھا دی گئی ہے۔ قدیم ہندو کلچر میں وہ ستی ہو جاتی تھی۔ پشتون کلچر میں وہ "سورہ" کی صورت میں اوروں کی گناہوں کا کفارہ ادا کر دیتی تھی۔ ہندوستانی سماج میں وہ بازار کی شے بن کر کمائی کا ذریعہ بن جاتی ہے بلکہ اس کے علاوہ دیگر معاشروں میں بھی یہ دلخراش حقیقت موجود ہے۔ گھر کی چار دیواری کے اندر غربت کا سارا زور اس سے نکلتا ہے۔ وہ بچوں کو پالتی ہے۔ کھیتوں میں کام کرتی ہے۔ شوہر کا خیال رکھتی ہے۔ ساس کی جھڑکیں کھاتی رہتی ہے۔ شوہر کے سخت رویے کو برداشت کر لیتی ہے۔ گھر کی معاشی تنگدستی اس کی شخصیت سے سارا رس نچوڑ لیتی ہے۔ اس کہانی میں بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ شیدو جس کے سینے میں امنگیں ہیں، وقت کے بے رحم ہاتھ اس سے اس کی امنگیں چھین لیتے ہیں۔

یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ مرد نے عورت کو ہمیشہ اپنی نظر سے دیکھنے، تولنے اور پرکھنے کی کوشش کی ہے۔ ایسے معاملات میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ ذاتی تجربوں کو اکثر اجتماعیت کا رنگ چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے اس سلسلے میں مذہب نے بھی مرد کی پشت پناہی کی ہے اور نتیجے میں عورت کا وجود سماج کی نظر میں اور خود عورت کی نظر میں مشکوک بن گیا ہے۔ عیسائیت، یہودیت، ہندومت اور دیگر مذاہب یا فلسفیانہ نظاموں میں عورت کی صنفی حیثیت کا تعین کرنے کے حوالے سے حقیقت کم اور اپنی خواہش یا تعصب سے زیادہ کام لینے کی کوشش کی گئی ہے۔ فرد کا کوئی ذاتی تجربہ دنیا بھر کی عورتوں کو ٹٹولنے اور پرکھنے کا معیار نہیں بن سکتا۔ ایک عورت بیوقوف ہو سکتی ہے۔ دھوکہ باز ہو سکتی ہے۔ جھوٹی ہو سکتی ہے۔ قاتل ہو سکتی ہے۔ لیکن کیا دنیا بھر کے مردوں میں یہ صفات نہیں پائی جاتیں۔ ایسی صورت میں ایک شخص اگر اپنے ذاتی تجربے کی بنیاد پر دنیا بھر کے خواتین کو تنقید کا نشانہ بناتا ہے اور اس سلسلے میں یہ بھی نہیں دیکھتا کہ متعلقہ عورت اگر اخلاقی اعتبار سے اس کے معیار پر پوری نہیں اتری تو وہ خود کس حد تک اخلاقیات کے پیمانوں پر پورا اترتا ہے، تو پھر یہ عقدہ آسانی سے حل ہو سکے گا۔ بہر حال مردوں اور عورتوں میں اچھے اور برے موجود ہو سکتے ہیں، لیکن ایک ہی تجربے کی بنیاد پر دنیا بھر کے مردوں یا عورتوں کو برا بھلا کہنا عقلی اور منطقی اعتبار سے درست عمل نہیں ہو گا۔ احمد ندیم قاسمی کے افسانوں کے بعض کرداروں کی عورتوں کے حوالے سے اچھی رائے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-19

ماخذ تحقیقی مجلہ

نہیں ہوتی۔ جس کے ذریعے سے قاسمی صاحب ہمارے معاشرے میں موجود اس منفی رویے کو سامنے لانا چاہتے ہیں ۔کہانی "پکا مکان" میں بوڑھا یارو سے کہتا ہے:

> "بیٹا! جتنا ہو سکے عورت ذات سے دامن بچائے رکھنا۔ یہ زہریلی ناگنیں ہوتی ہیں۔ انسان ان کی ملائم جلد اور مستانہ چال پر فریفتہ ہو جاتا ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ یہ ڈنک بھی مار سکتی ہے۔ میں نے ایک عورت کے ہاتھوں بہت دکھ سہے ہیں بیٹا"(۴)

سماجی اقدار اور مقررات عورت کی زندگی میں انتہائی اہم کردار ادا کرتے ہیں ۔ بعض مقامات پر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ عورت کی انفرادی زندگی میں اسے ممکنہ دوزخ کی طرف لے جانے والے ہیں ایسی صورت میں عورت کی زندگی اس جہنم کی نذر کر دی جاتی ہے لیکن سماجی مقررات اور اقدار پر سمجھوتہ نہیں کیا جاتا۔ یہ کیفیت افسانہ "مہنگائی الاؤنس" میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ مہنگائی الاؤنس کی کسم کو جب پتہ چلتا ہے کہ اس کی شادی لالہ مراری لال کے ساتھ کرنے کا فیصلہ ہوتا ہے جس کی عمر بھی ڈھل چکی ہے لیکن جو ہیڈ کلرک بننے والے ہیں تو وہ اندر ہی اندر بل کھاتی ہے ۔ اشاروں کنایوں سے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کر لیتی ہے ۔ بیماری کا بہانہ بنا دیتی ہے۔ سچ مچ بیمار بھی ہو جاتی ہے ۔ مری مری مسکراہٹیں سب کی سب بے فائدہ اور بے نتیجہ ہوتی ہیں۔ شادی کی تاریخ قریب آتے ہی اس کا دل چاہتا ہے کہ وہ برادری میں اعلان کر دے:

> ''نہیں کرتی شادی، میں ایشور کی بھگتی کروں گی، میں دیوداسی بنوں گی۔ مجھے مکتی چاہیے''(۵)

کسم کے دل میں مکتی کی خواہش دراصل سماج کے لایعنی بندھنوں اور خواہشات کا گلا گھونٹنے والے اصول اور اقدار سے بغاوت ہے۔ ایسے اصول و اقدار کہ جب کسم کی ماں کو شبہ ہوتا ہے تو وقت گزر چکا تھا۔ اب تو گھرانے کی ناک کی فکر تھی جو کٹنے کے لیے ذرا سا بہانہ چاہتی ہے۔(۶)

گھرانے کی ناک کسم کی زندگی اور اس کی مرضی سے زیادہ اہم ہے۔ اس لیے شادی ہو جاتی ہے۔ کسم کی خواہش بنیادی انسانی حقوق کو تو چھوڑیئے بنیادی انسانی جبلتوں کے مطابق ہے۔ اسے نوکرانی کی حیثیت نہیں چاہیے تھی۔ اسے تو بیوی کی حیثیت چاہیے تھی۔ بیوی کی حیثیت میں اس کی کچھ بنیادی جنسی ضرورتیں تھیں جسے اس کا بوڑھا شوہر پوری نہیں کر سکتا تھا۔ ایسے میں امیر چند کو کسم سے جنسی تعلق استوار کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اس افسانے میں قاسمی صاحب نے بالواسطہ طور پر یہ کہنے کی کوشش کی ہے کہ اگر عورت کے بنیادی انسانی ضروریات اور حقوق سے روگردانی کی کوشش کی جائے گی تو اس کا نتیجہ گناہ اور اخلاقی گراوٹ کی صورت میں نکلتا ہے۔ اٹھتی جوانی

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-19

چند گھسے پھٹے قہقہوں اور چند مڑی تڑی باتوں پر کب تک قانع رہ سکتی تھی۔ کسم نے امیر چند کا انتخاب کیا۔ وہ امیر چند جو اسے نہایت برا لگتے تھے اور جن میں مردانہ وجاہت نام کی کوئی شے نہیں تھی لیکن یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ لالہ مراری لال کی مردانہ کمزوری اس کے لیے میدان صاف کرتی چلی گئی۔ اس کہانی کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ احمد ندیم قاسمی کا قلم انسان پر اٹھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کہانی میں تمام تر کردار ہندو مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہندو مذہب سے تعلق رکھنے والی لڑکی کسم کو سماج کے اوچھے اقدار اور مقررات کی بھینٹ چڑھاتے دکھایا گیا ہے اور یہ بات بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ جنسی بے راہروی کی وجہ سماج کے غلط فیصلے بھی ہو سکتے ہیں۔ کسم کا قدم اگر گناہ کی طرف اٹھتا ہے تو ایسا نہیں ہے کہ ایسا لذت پسندی یا ہوس کی وجہ سے ہوا، اگر محض لذت پسندی کی وجہ سے کیا جاتا تو پھر اسے امیر چند کے ساتھ جنسی تعلق قائم کر کے بیٹا جننے کی کوئی ضرورت نہیں تھی بلکہ اس کے پس منظر میں سماج کا منہ بند کرنے کا عنصر بھی موجود ہو سکتا ہے۔ ایک ایسا سماج جو عورت سے شادی کے بعد بچے مانگتا ہے اور اس ٹوہ میں لگا رہتا ہے۔ بے جوڑ شادیاں انسان کو اخلاقی اعتبار سے گرانے اور گناہ کے دلدل کی طرف لے جانے کا باعث بنتی ہیں۔ کسم جیسی وفا شعار بیویاں، اپنی مرضی کے خلاف فیصلہ ہونے کے باوجود لالہ مراری لال کے ساتھ وقت گزارنا چاہتی ہیں اور جنسی ناآسودگی کے خاتمے اور سماج کا منہ بند کرنے کے لیے ممنوعہ راستہ چن لیتی ہیں۔

اس کہانی کی روشنی میں یہ پیغام دینے کی بھی کوشش کی گئی ہے کہ گھر کی اکائی میاں اور بیوی کے باہمی مشورے اور رضامندی سے چلنا چاہیے اور ایسی صورت میں پرسنل لائف کسی بھی صورت غیروں کے سامنے نہیں لانی چاہیے۔ امیر چند لالہ مراری لال کا دوست سہی لیکن کسم کے منع کرنے کے بعد اسے دوبارہ گھر میں داخلے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے تھی۔ لالہ مراری لال یہ غلطی کر لیتے ہیں۔ کسم امیر چند کے بے تکلف ہونے کا برا مناتی ہے جبکہ لالہ اسے نظر انداز کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ جب لالہ لمبی لمبی واک پر جایا کریں گے اور امیر چند اس کی موجودگی میں اس کے دروازے کے سامنے معنی خیز انداز میں کھنکارتے رہیں گے۔ جب کسم کے تن من میں جوانی کی آگ بھڑک رہی ہوگی، جب والدین اپنی بیٹیوں کے حوالے سے غیر مناسب فیصلے کرتے رہیں گے اور محض ناک کٹوانے کے خوف سے یا محض اچھی نوکری کی لالچ میں بیٹی کی زندگی داؤ پر لگائیں گے۔ جب لالہ مراری لال یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کے جسم میں قوت اور توانائی باقی نہیں رہی اور اس کے باوجود جوان لڑکی کو بیاہیں گے تو نتیجہ کبیر چند کی پیدائش کی صورت میں نکلے گا۔ اس کہانی کی پوری فضا انسان دوستانہ روح سے بھرپور ہے۔ پہلی ہمدردی تو قاری کی کسم کے ساتھ پیدا ہوتی ہے اور ہمدردی کی دوسری لہر لالہ مراری لال کے لیے پیدا ہوتی ہے۔ جس نے

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-19

جوان کسم سے شادی کر کے زیادتی کی۔ لیکن وہ بے اولاد ہے۔ اکیلا ہے۔ ایسی صورت میں شادی ہی اس کے مسائل کا واحد حل تھا۔ اس کی شادی جنسی عمل کی بجائے احساس تنہائی کو ختم کرنے کی کوشش دکھائی دیتی ہے۔ ہمدردی کی تیسری لہر کہانی کے کردار کسم کے دل میں لالہ امیر چند کے لیے پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ ہمدردی کی اس لہر کے پیدا ہونے میں کسم کی شدید جنسی خواہش کی تکمیل بھی کارفرما ہے۔ اس لیے کہ یہ ہمدردی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کسم سوکھے ہوئے تالاب سے کنول نہ کھلنے کی مایوسانہ کیفیت سے دوچار ہوتی ہے۔ مذہب میں پناہ لینے کی کوشش کرتی ہے، روحانیات کا سہارا لیتی ہے اور پھر جب امیر چند کی بیٹی ہیم لتا کی زبانی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے والد امیر چند کی عمر چالیس بیالیس سال ہے اور اس کی ماں بہت پہلے فوت ہو چکی تھی۔ اس کہانی میں کسم، ہیم لتا، لالہ مراری لال اور امیر چند تمام کردار کسی نہ کسی محرومی کا شکار ہیں جو انسان دوستی کا ایک توانا حوالہ سامنے لاتے ہیں۔ یہ تمام کردار یا تو سماج کے جبر کا شکار ہیں، یا پھر وقت کی ستم ظریفی یا تقدیر نے انہیں ایک عجیب دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے۔ ان تمام کرداروں اور بالخصوص کسم اور امیر چند کے گناہ آلودہ وجود سے نفرت کا جذبہ اس لیے بیدار نہیں ہوتا کہ مصنف نے انہیں انسان کے روپ میں دیکھنے اور دکھانے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں ہندو مذہب اور ہندو کرداروں کا سہارا لینے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان تمام حوالوں سے ہٹ کر دیکھا جائے تو کہانی کا غالب حوالہ عورت کا اپنی زندگی کے حوالے سے اختیار نہ ہونا، ماں باپ کے فیصلوں کے آگے مجبوری اور بے جوڑ شادی ہے۔ جو تانیثی اعتبار سے ہندوستانی سماج میں عورتوں کے بڑے بڑے سماجی مسائل ہیں۔

افسانہ "اکیلی" کا کردار خانی ایک ایسی نوجوان لڑکی کا کردار ہے جو لڑکی بھی ہے، بڑی بہن بھی، ماں بھی، باپ بھی اور بھائی بھی۔ اپنے چھ سالہ بھائی جمو کی نگہداشت کرنے والی، اس کی جوانی کا انتظار کرنے والی، کمزور، بے آسرا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک انسان۔ جس کے سامنے اس کی پوری زندگی پڑی ہے اور اس کی زندگی اپنے باپ کی وصیت کی تکمیل کی بھینٹ چڑھ رہی ہے۔ ایسی نوجوان لڑکیوں کے بہت سے معاملات ہوتے ہیں۔ ان کی تعلیم اور شادی کے مسائل ہوتے ہیں جن کے لیے بڑوں کی موجودگی ضروری ہوتی ہے۔ لیکن ایسی لڑکیاں جن کے والدین نہیں ہوتے، کون ان کو بیاہتا یا پوچھتا ہے۔ اگرچہ خانی کا تعلق ایک عزت دار خاندان سے ہے۔ باپ جب زندہ تھا تو وضع داری کی وجہ سے اس نے سہیلیاں نہیں بنائیں۔ اس کے باپ نے مرنے سے قبل اسے سیانی کہا۔ چند روپوں کی پوٹلی دی، کفایت شعاری کی تلقین کی۔ یہ بتایا کہ اس کا بھائی بہت جلد جوان ہو جائے گا اور یہ کہ وہ ایک بڑے خاندان کی لڑکی ہے اسے اپنا خاندان ان سوکھے ٹکڑوں اور ریشمی کپڑوں میں بھی نہیں بھولنا چاہیے۔ (۷)

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-19

اپنے باپ کی یہ وصیتیں اسے یاد رہیں۔ ان وصیتوں پر وہ سختی کے ساتھ کاربند رہیں، اس کی زندگی ایک مخصوص قالب میں ڈھلی جس میں جمو کی دیکھ بھال اور گھر کی صفائی، ستھرائی کا خیال وغیرہ جیسی باتیں شامل تھیں ۔جوانی رگ رگ میں اپنا اثر دکھانے لگی جس کے نتیجے میں باپ کی یہی نصیحت اس کے لیے وبال جان بن گئی۔ماں باپ کے مرنے کے بعد وہ اکیلی رہ گئی تھی۔اکیلے پن کا احساس ختم کرنے کے لیے وہ پڑوس میں بھی آنے جانے لگی۔سہیلیاں بھی بنائیں۔اس کے دل میں جذبات موجزن ہوتے ہیں۔وہ محبت کرنا چاہتی ہے۔شریفانہ محبت کرنا چاہتی ہے۔اس کے باپ کی وصیت سانپ کی طرح نیم روشن کمرے میں ہسہاتی رہتی ہے۔وہ نیند کم اور خواب زیادہ دیکھنے لگی ہے۔وہ گاگر بھرنا چاہتی ہے۔ گاگر بھرتے ہوئے اس کی یہ خواہش کہ گریبان کے بٹن کو ڈھیلا ہی چھوڑ دیا جائے۔افسانہ نگار لکھتے ہیں:

> "گریبان کے ایک بٹن کو ڈھیلا دیکھ کر گاگر اتاری اور پٹاری کھول کر سوئی نکالی، مگر پھر کچھ سوچ کر پٹاری بند کر دی اور بٹن کو اور ڈھیلا کر دیا۔اتنا ڈھیلا کہ اگر ہوا آئے اور دوپٹہ پھڑ پھڑائے اور ساتھ ہی بال گاڑھے دھوئیں کی طرح لہرائیں تو ڈھیلے گریبان سے ہوا گزر کر اس کے چولے میں بھر جائے۔اور پھر یہ ہوا اس کے جسم سے کھیلے، اس سے لپٹے، اسے سہلائے اور جب باہر نکل جائے تو دوسرا جھونکا آئے۔"(۸)

یہ تمام حوالے اس کے باطن میں موجزن مخصوص قسم کے جنسی جذبات کی عکاسی کرتے ہیں۔زندگی میں پہلی مرتبہ گاگر اٹھا کر گھر سے نکلنے کی خواہش اور بارش۔۔ہوا اس کے جذبات کے ساتھ کھیلتی ہے۔اس کی بے چینی میں اضافہ ہوتا ہے۔ تیز بارش سے بچنے کے لیے اسلم کے گھوڑوں کے اصطبل میں پناہ لینا۔اسلم کا آنا۔اسلم کے لیے اس کے دل میں موجزن جذبات۔اسلم کے بے تکلفانہ کلمات۔۔جس میں محبت کے ساتھ ساتھ جنس کا حوالہ بھی شامل ہے۔خانی کے دل میں اسلم کے لیے محبت کے جذبات۔۔لمس کے جذبات۔۔لیکن پھر شاید اسلم کے ارادوں کو لاشعوری طور پر بھانپنا اور وہاں سے بھاگ جانا۔۔ایک ایسی لڑکی کی تصویر ہمارے سامنے لاتی ہے جو سماج، احساس ذمہ داری، من کے جذبات، مرے ہوئے باپ کی لاج کے درمیان تقسیم ہو کر رہ گئی ہے اور سب سے بڑی حقیقت یہ کہ اس کے والدین زندہ نہیں اور وہ ایک ایسے بھائی کی بہن بھی ہے، جس کی عمر صرف چھ سال ہے۔یہ تمام باتیں اس کے جذبات کے یوٹرن کے لیے کافی ہیں اور وہ واپس بھاگتی ہوئی اپنے گھر کا رخ کرتی ہے۔گھر کا رخ کر کے وہ سماج، اپنے خاندان، باپ کی وصیت اور بھائی کی نگہداشت اور تربیت کے قابل تو بن جاتی ہے لیکن اس کے

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-19

من میں اس خانی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی جو بحیثیت انسان فطری طور پر اس کے دل میں مچل رہی ہے ۔احمد ندیم قاسمی نے خانی کے کردار کو محض ایک لڑکی یا عورت کے روپ میں دیکھنے کی کوشش کی ہے اور یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ ایک ذمہ دار اور شریف لڑکی کو کس طرح قدم قدم پر اپنے جذبات کو کچلنا پڑتا ہے۔ وہ اپنے بعض جائز جذبات کو بھی کچلنے پر مجبور ہے اور یہ تانیثی اعتبار سے عورت کا وہ رخ ہمارے سامنے لاتا ہے جس کی روشنی میں خانی کا کردار تقدس کے سنگھاسن پر براجمان ہوتا ہے اور جس کے سامنے ہماری نظریں احترام سے جھک جاتی ہیں۔ خانی جیسی عورتیں جو زندگی بھر شادی نہیں کرتیں۔ ہمارے گردو پیش میں موجود ہوتی ہیں۔ گھریلو مجبوریاں، رشتہ کا نہ آنا، رشتے آنے کی صورت میں خاندان والوں کی طرف سے مسلسل انکار، جائیداد میں حصہ مانگنے کے خوف سے شادی نہ کرانا یا دیگر سماجی وجوہات۔۔۔ تانیثی اعتبار سے دیکھا جائے تو قربانی کی بھینٹ عورت ہی چڑھتی ہے۔ صحت مند انسان ہونے کے باوجود عمر بھر جنسی جذبات کو دبائے رکھنا۔۔۔ یہ قربانی مرد کے مقابلے میں اکثر عورت ہی دیتی چلی آئی ہے۔

انسانی زندگی میں جنگ ایک عذاب سے کم نہیں ہوتا۔ عورت اس عذاب کا خصوصی نشانہ بنتی ہے۔ جنگ اور انسانی زندگی پر اس کے اثرات احمد ندیم قاسمی کا محبوب موضوع ہے۔ان کے بعض افسانوں کو پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ وہ جنگ کے موضوع کو خواہ مخواہ کہانی میں گھسیڑنا چاہتے ہیں۔ افسانہ "جان ایمان کی خیر" میں بھی بانو کی جلی ہوئی روٹی ایک بہانہ بن گئی یا انور خان کی ساس کی طرف سے مٹی کی گلاس میں پیش کیا گیا شربت۔۔۔ ان دونوں مقامات پر ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے جنگ کے موضوع کو محض شوقیہ چھیڑنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہی معاملہ افسانہ "نشیب و فراز" میں بھی ہے کہ جیسے ہی وہ سعید کو فوجی لباس میں دکھاتے ہیں تو اس کی زبانی جنگ کی ہولناکیاں بیان کر دیتے ہیں۔ لیکن اس مقام پر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ سعید کی زبانی مصنف یہ بتاتا ہے کہ سعید نے لٹے ہوئے دیہات میں پریشان حال عورتیں دیکھیں جن کے ناکافی لباسوں سے چھن چھن کر آوارہ اور بے گھر جوانی سر پیٹ رہی تھی۔[۹] تو اس مقام پر محسوس ہوتا ہے کہ جنگ کی ہولناکیوں کا اثر عورت پر کتنا گہرا پڑتا ہے۔ اسی طرح بھرتی ہوتے وقت جب وہ رخصت لیتا ہے تو اس کی ماں آنسو پونجھتی ہوئی مسکرانے کی کوشش کرتی ہے اور دعا کرتی ہے کہ خدا اس کے بیٹے کو کامیابی سے واپس لائے۔[۱۰] ماں کو پتہ ہوتا ہے کہ جنگ کے زمانے میں بیٹے کو فوج میں بھیجنا کتنا مشکل فیصلہ ہوتا ہے۔ اس مقام پر ماں کے دکھ کو سمجھا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کے لیے کتنی فکر مند ہوسکتی ہے۔ احمد ندیم

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-19

قاسمی کے افسانوں میں عورت کے یہ مختلف روپ قاسمی صاحب کی انسان دوستی کے صنفی حوالوں کو سامنے لاتے ہیں۔

اس کہانی میں ایک خاندان کو مرکز بنانے کی کوشش کی گئی ہے جس میں کہانی کا راوی، اس کی بہو اور پوتا انسانی تاریخ کے جبر اور ظلم کا نشانہ بنتے ہیں۔ بہو کے سینے کاٹے جاتے ہیں۔ بچہ دودھ سے محروم ہوتا ہے اور دادا بہ مشکل اپنے پوتے کی جان بچاتا ہے حالانکہ وہ خود بہت زیادہ زخمی ہے۔ ایسی کیفیت میں مصنف نے پھر انسان دوستی کی طرف رجوع کرنے کی کوشش کی ہے اور بتایا ہے کہ:

> ''میں نے بہو کے جسم پر سے آدمیت اور نسوانیت کے منبعوں کو اکھڑتے دیکھا جن سے بڑے بڑے اوتاروں، بزرگوں اور گروؤں نے زندگی کا رس چوسا تھا۔''(۱۱)

ایسے میں مصنف دنیا بھر کے ظالم انسانوں سے مخاطب ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا مشرق اور مغرب میں اب بھی کسی ایسے انسان کا سراغ مل سکتا ہے جو ممتا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کا حوصلہ رکھتا ہو۔(۱۲)

دراصل یہ کہنا تو بہت آسان ہے کہ اے ماؤں، بہنوں، بیٹیوں دنیا کی زینت اور عزت تم سے ہے۔ لیکن ہمارا سماجی رویہ یہ ہے کہ ہم نے عورت کو انسان سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ حالانکہ وہ دیگر حوالوں کے ساتھ ساتھ جنسی اعتبار سے بھی ایک فعال وجود رکھتی ہے اور اس کی یہ فعالیت یک طرفہ نہیں بلکہ اس میں مرد کے جذبات اور احساسات اپنا بھرپور کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ ایک سماجی کجروی ہے کہ عصمت اور عزت کی حفاظت کی تمام تر ذمہ داری عورت پر ڈالی گئی ہے اور اس سلسلے میں مرد کو مکمل طور پر آزاد چھوڑا گیا ہے۔ افسانہ "نامرد" کی چنوں جمال کی نظروں میں حرامزادی تو ہے لیکن اس سلسلے میں اس کے جنسی جذبات کو تحریک دینے والا مرد دنیا کی نظروں سے اوجھل رہ جاتا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ چنوں جیسی عورتوں کو شوہروں کی جدائی کی صورت میں جنسی جذبات سے گریز کی تعلیم ملتی ہے اور اس کے باوجود سماج انہیں پاکدامن رہنے بھی نہیں دیتا۔ چنوں گھر سے نکلتی ہے تو چند گھبروؤں کی دیوار کے اس پار کی گفتگو، جملے یا سلام ایسے حوالے ہیں جو ان مشکلات کی طرف اشارہ کرتے ہیں جب بیوی شوہر کی زندگی میں بیوگی کے عمل سے گزرنے لگتی ہے۔ سماج کا مسئلہ یہ ہے کہ ان گھبروؤں کی گفتگو ان کو حرامزادہ نہیں بناتی لیکن چنوں شدید جنسی جذبات کے زیرِ اثر کچھ بولتی ہے تو حرامزادی بن جاتی ہے۔ عورت اور مرد کے حوالے سے معاشرے کا یہ دوغلا پن احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں بڑے خوبصورت انداز سے سامنے آتا ہے، جو ان کی تخلیقی حس کے اس پہلو کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ انہوں نے عورت کو انسان کی نظر سے دیکھنے اور دکھانے کی کوشش کی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-19

ماخذ تحقیقی مجلہ

ہے۔انہوں نے چنوں کو فرشتہ بنانے کی کوشش نہیں کی۔انہوں نے سلیم میاں کو بھی فرشتہ نہیں بنایا۔اور یہ دکھانے کی کوشش کی کہ جنسی عمل سے گریز دونوں کی پارسائی نہیں تھی بلکہ سماجی مجبوری تھیں۔یہ دونوں بحیثیت انسان خدا کے سامنے خود کو جوابدہ پاسکتے تھے لیکن انسانوں کے سامنے نہیں۔اس افسانے میں یہ بھی دیکھا جاسکتا ہے کہ چنوں کو دو مقامات پر اپنے بچے کی نیند کی پرواہ نہیں ہوتی اس لیے کہ یہ اس کے لیے معمول کی بات ہے لیکن سلیم میاں کے ساتھ قدرت نے جنسی عمل کے لیے جو فطری موقع پیدا کیا ہے وہ اسے کسی بھی صورت گنوانے کے لیے تیار نہیں ہے۔ایسی صورت میں ممتا کے حوالے سے انسان کی توقعات یقیناً مجروح ہوتی ہیں لیکن چنوں کو ایسی عورت کے طور پر لیا جائے جو شادی کرنے کے باوجود اپنے شوہر سے دور ہے، تو ایسی صورت میں اس کا یہ گناہ یا جرم کسی حد تک قابل تفہیم بن جاتا ہے۔کہانی کار کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ معاشرے میں تبلیغ کا کام کرے بلکہ اس کی اولین ذمہ داری اپنے گردو پیش میں رہنے والے انسانوں کے مسائل کو بیان کرنا ہے اور ان کی زندگیوں کو پیش کرنا ہے۔ایسی صورت میں اس کے سامنے معیار یہی ہونا چاہیے کہ اس کے گردو پیش میں رہنے والے انسانوں کو جس طرح وہ ہیں اس طرح سے پیش کیا جائے۔اس کہانی میں ماں اپنے بچے کو روتا ہوا دیکھتی ہے اور پھر بھی جنسی تسکین چاہتی ہے ۔جس کے نتیجے میں بچے کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو سکتا ہے لیکن کہانی کا مزاج، مجموعی فضا، پس منظر کچھ اس قسم کا بنایا گیا ہے جس میں قاری کی ہمدردی بچے کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی اس کی ماں سے نفرت کا جذبہ پیدا نہیں کرتی اور اس کی وجہ وہ دو سالہ مفارقت ہے جو ایک نوجوان بیوی کی اپنے شوہر اللہ داد سے ہے۔

افسانہ "سائے" میں بھی تانیثی حوالے موجود ہیں۔آشی جو کبڈی کے کھلاڑی کی محبت میں مبتلا ہے اور اس کے لیے رات کے وقت گھر سے نکلتی ہے اور اس کے ساتھ اس پہاڑی علاقے میں ایک سفید چٹان پر راتیں گزارتی ہے۔یہ محبت سچی کھری اور معصوم ہے جبکہ اس کے برعکس نازو کے لیے آشی کی حیثیت ایک کتیا سے زیادہ نہیں۔وہ خود بھی اس کے جسم سے محظوظ ہوتا ہے اور اپنے دوست شہری بابو کو بھی اس کے جسم سے لذت اندوز کرنا چاہتا ہے ۔اس کے نزدیک آشی کے جسم کی قیمت دس روپے سے زیادہ نہیں۔افسانے کا اختتام انسان دوستی کے حوالے سے یہ بنیادی تاثر ذہن میں قائم کرتا ہے کہ عورت صرف جسم کا نام نہیں ہے چاہے وہ پہاڑوں پر ریوڑ چرانے والی کوئی عام سی لڑکی ہی کیوں نہ ہو۔وہ محبت کرتی ہے ۔عزت چاہتی ہے ۔احترام چاہتی ہے۔وہ اپنے جسم کی آپ مالک ہے اور اسے مفت میں کسی کے حوالے نہیں کرتی۔اس کے جسم کی قیمت روپے بھی نہیں ہیں۔بلکہ اس کے جسم

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-19

ماخذ تحقیقی مجلہ

کی واحد قیمت بے لوث محبت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آشی اپنے محبوب نازو کی زبانی اپنے لیے گھٹیا قسم کے الفاظ سن لیتی ہے تو اس کے خوابوں کا محل چکنا چور ہو جاتا ہے اور وہ ایک گھاٹی میں چھلانگ لگا کر خودکشی کر لیتی ہے۔

احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں مذہب اور ملت کی تفریق سے ماورا انسانی فضا دیکھنے کو ملتی ہے۔ اس وجہ سے ان کے کرداروں میں بعض مقامات پر کوئی ایسا کردار ضرور موجود ہوتا ہے جو ان کی بولی بولتا ہے۔ جو ظلم خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔ اور مذہب کی آڑ میں کسی عورت کی بے حرمتی یا قتل پر شدید تنقید کرتا ہے۔ افسانہ چڑیل میں بھی ایک مقام پر نمبر دار کا بیٹا رحیم جسے احمد ندیم قاسمی کا ہمزاد کہنا چاہیے۔ کہتا ہے:

" اور پھر ہندوستان میں تمہارے امرتسر، راولپنڈی اور ملتان بھی تو ہیں جہاں صرف اس لیے عورتوں کی آبروریزی کی جا رہی ہے کہ ان کے ماتھے پر نیلی سی بندیا ہے اور۔۔۔"(۱۳)

یعنی مسلم اکثریتی علاقوں میں ہندو عورتوں کی عصمت دری اس وجہ سے کی جاتی ہے کہ ان کا تعلق ہندو مذہب سے ہے۔ احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں تکریم انسانیت ہی بنیادی قدر کے طور پر موجود ہے جس کو بنیاد بنا کر وہ عورت کو اس کا صحیح اور منصفانہ مقام دلانا چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ افسانہ "چڑیل" میں گاؤں میں آئی ہوئی چڑیل کے حوالے سے لوگوں کو سمجھایا کہ یہ ضروری نہیں کہ ولی اور قطب او رابدال اور مجذوب صرف مردوں میں پیدا ہوں۔ عورتیں بھی تو انسان ہیں۔ اگرچہ مجذوب عورت کے ماتھے پر بندیا کا نشان ہے مگر کون جانے کہ یہی نشان اس کی بزرگی پر دال ہو۔ اس مجذوب عورت کو ہمارے میں علاقے میں اتار کر خدا تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا ہے۔(۱۴) قاسمی کے افسانوں میں تانیثی اعتبار سے مساوات کا یہ حوالہ قابل قدر ہے۔

حوالہ جات

۱۔ مشتاق احمد وانی، ڈاکٹر، اردو ادب میں تانیثیت، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی، انڈیا، ۲۰۱۳۔ ص۔ ۲۰۱

۲۔ زاہدہ حنا، عورت زندگی کا زندان، تخلیق کار پبلشرز، یاور منزل، آئی بلاک، لکشمی نگر، دہلی، انڈیا، ۲۰۰۶۔ ص۔ ۷۰

۳۔ انیس ہارون، فیمنزم اور پاکستانی عورت، مشمولہ، فیمنزم اور ہم، ادب کی گواہی، مرتبہ، فاطمہ حسن، وعدہ کتاب گھر، شاہ فیصل کالونی کراچی، جون ۲۰۰۵۔ ص۔ ۱۳۔ ۱۴

۴۔ احمد ندیم قاسمی، پکا مکان، مشمولہ، پکا مکان، مجموعہ احمد ندیم قاسمی، جلد دوم، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۸۔ ص۔ ۷۰۵

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-19

۵۔احمد ندیم قاسمی، مہنگائی الاؤنس، مشمولہ، آنچل، مجموعہ احمد ندیم قاسمی، جلد اول، ایضاً۔ص۔۸۲

۶۔ایضاً۔ص،۸۲

۷۔احمد ندیم قاسمی، اکیلی، مشمولہ، آس پاس، ایضاً۔ص،۱۱۶

۸۔ایضاً۔ص،۱۱۹

۹۔احمد ندیم قاسمی، نشیب و فراز، مشمولہ، آنچل، ایضاً۔ص،۳۰

۱۰۔ایضاً۔ص،۳۰

۱۱۔احمد ندیم قاسمی، میں انسان ہوں، مشمولہ، درودیوار، جلد دوم، ایضاً۔ص،۱۳

۱۲۔ایضاً۔ص،۱۶

۱۳۔احمد ندیم قاسمی، چڑیل، مشمولہ، آس پاس، جلد اول۔ایضاً۔ص،۱۸۱

۱۴۔ایضاً۔ص،۱۸۳